ہمارے درمیان موجود روشنی کے مینار

مولانا ساجد احمد صدوی

زمانہ دیکھے ہوئے لوگ زندہ تاریخ ہوا کرتے ہیں، ان کی باتیں، ان کی معلومات، خیالات اس عہد کی یاد دلاتے ہیں جس کو وہ پیچھے چھوڑ کر آئے ہوتے ہیں، ان کی زندگی، ان کے مشاہدات، تجربات اس ماحول، مجالس، معاشرہ کی جھلک پیش کرتے ہیں، جس کو اب صرف تاریخ کے بے جان اوراق میں ہی دیکھا جاسکتا ہے، جو شخصیات لمبی عمر پاتی ہیں، وہ پچھلی زندگی، اس کی روایات، اس کے مسائل، چھوٹے بڑے واقعات، حالات، تجربات، قصے کہانیوں اور سربستہ رازوں کی جیتی جاگتی کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں؛ بلکہ کتابوں میں مذکور مواد کی بھی تصدیق وتردید، مبہم کی توضیح، اجمال کی تفصیل انہی سے حاصل ہوتی ہیں؛ تاریخی پیچیدگیوں کو وہی حل کرتے ہیں واقعات، تاریخ ان کے سامنے رقم ہوئی ہوتی ہے، وہ اس کے عینی شاہد اور داخلی رموز واشارات کے شناسا ہوتے ہیں۔

مستقبل کے لئے تیاری حال میں ہوتی ہے اور حال کے لئے ماضی سے مضبوط رشتہ استوار رکھنا، اس کی ہر اونچ نیچ سے واقف ہونا ہر زندہ قوم کے ہاں ایک بدیہی اور ضروری امر تصور کیا جاتا ہے؛ مگر عموماً ماضی کو پڑھنے کے لئے انسان کو بعد میں لکھی ہوئی تحریروں سے ہی اپنا کام نکالنا پڑتا ہے، پھر جس قدر راوی کی ثقاہت، اس کی عدالت ہوتی ہے، اسی کے بقدر تاریخ کا فنی مرتبہ متعین ہوتا ہے، بسا اوقات ماضی کو پڑھنے کے لئے بعد میں لکھی ہوئی ایسی تحریروں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جس میں زبان وبیان کے طبعی فرق کے ساتھ ساتھ صاحبِ قلم کی ترجیحات کا بھی پورا اثر ہوتا ہے، ایسی صورت میں ایک سنجیدہ قاری تاریخی روایات میں باہم مقابلہ کرنے اور تنقیدی نظر سے دیکھنے کا محتاج ہوتا ہے، جس کے لئے پچھلے دور کو دیکھی ہوئی شخصیات سب سے بڑا سہارا ہوا کرتی ہیں، وہ فنی سوالات کا جواب دیتی ہیں، اشکالات کو دور کرتی ہیں اور کھرے کھوٹے کا فرق بآسانی سمجھا دیتی ہیں۔

علمی، فنی اور تاریخی جہات کے علاوہ بھی ان طویل العمر شخصیات کی اہمیت، قدردانی اور مقام و مرتبہ شناسی کے کئی پہلو ہیں، امت مسلمہ کا تابناک، مثالی دور وہ ہے، جو گزر چکا ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ کا عظیم دورانیہ بھی وہی ہے، جس میں انسانیت کی عظیم شخصیات حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بالخصوص سید الانس والجان حضرت حبیب خدا رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت شخصیت موجود تھی، کامیابی و کامرانی، انسانیت شناسی، معرفت خداوندی، رفع درجات، ترقی حقیقی کے لحاظ سے وہی دور ہی انسانیت کا سب سے تابناک اور حسین دور تھا؛ اس لئے جو لوگ اس کے قریب ہیں، ان کی نسبتیں عالی سمجھی جاتی ہیں، وہ خیر و برکت کے سرچشمے، علوم و معرفت کے خزانے ہوا کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند متحدہ ہندوستان کی پچھلی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، اگر یوں کہا جائے کہ اس خطے کی پچھلی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ بلکہ اسلامی دنیا کی تاریخ کو، اس کے پیچ و خم کو، اس کے اہم واقعات، عوامل کو سمجھنے کے لئے جنوبی ایشیا کے اس عظیم ادارے اور اس سے وابستہ افراد و شخصیات کی تاریخ، ان کی زندگی، کارنامے اور خدمات کی طویل فہرست سے واقفیت ضروری ہے، تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، بلاشبہ دارالعلوم دیوبند اپنے زبردست کردار، عظیم شخصیات کے ساتھ پچھلے ڈیڑھ سو سال سے مسلم دنیا پر واضح اثرات رکھتا رہا ہے، اسی درس گاہ کی تعلیم و تربیت اور کارناموں کی بدولت برصغیر کے مسلمان عجمی ہونے کے باوصف دنیا کے نئے منظر نامے پر ایک بڑے عامل کے طور پر اپنی شناخت رکھتے ہیں، راسخ العقیدہ مسلمانوں کی اِس عظیم جمعیت کا مستقبل جن خطوط پر استوار ہوگا اور اس کے لئے جو لوگ میدان عمل میں کام آئیں گے، ان کے لئے اپنی موجودہ حالت کو اُس رخ پر لے جانا ہوگا، جس طرف کو دیوبند کی قدسی صفات شخصیات لے جانا چاہتی تھیں۔

آج کے مقتدایانِ قوم و ملت کو اپنا رشتہ متحدہ ہندوستان کی ان شخصیات سے وابستہ کرنا ہوگا جو اس عظیم جمعیت کے لئے پیشوا کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کی زندگی، کارکردگی، اثرات و نتائج میں ''تائید غیبی'' اور ''اجتباءِ خاص'' کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا ہوگا؛ کیونکہ دارالعلوم دیوبند اور اس سے وابستہ رجال کار کی تاریخ کا تعلق براہ راست جنوبی ایشیا کے مسلمانوں سے ہے، جو اللہ تعالی کی خاص توفیق و تائید سے اپنی علمی صلاحیت، عملی قوت، ایمان و غیرت کی دولت اور کثرتِ تعداد کی بدولت عرب و عجم کے مسلمانوں کو اپنے زیر اثر رکھے ہوئے ہیں، اور یوں پوری مسلم و غیر مسلم دنیا ان کے لئے محنت کا میدان بنی ہوئی ہے، اور برابر اپنی جد و جہد جاری رکھے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے ہر جگہ ان کی رسائی ہو چکی ہے، اور دنیا کی تمام قومیں ان سے ایمان و اسلام کا درس لے چکی ہیں۔

نسبتِ دیوبند کا مقام و احترام: دارالعلوم دیوبند اور اس سے وابستہ رجال کار کی اس تابناک تاریخ کی بنا پر آج بھی دیوبند اور دیوبندی تمام تر سازشوں، پروپیگنڈوں اور دھونس دھمکیوں کے باوجود مسلم دنیا میں عظمت و احترام اور غیرت

وحمیت کا نام ہے،اوراس کے بالمقابل کفرونفاق کی دنیامیں وہ اسلام اور مسلمانوں کے محافظ ہونے کی وجہ سے حسد، کینہ اورعداوت کے سب سے بڑے مورد ہے، جس کے اثرات کوختم یا کم کرنے کے لئے وہ اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لائے ہوئی ہے۔

جولوگ اس عظیم ادارے سے وابستہ رہے ہیں، جن کی جدوجہد، لگن، خون پسینے کا نام دیوبند ہے، خود ان کا وجود، ان کی زندگی بھی مسلم دنیامیں عظمت واحترام کی بڑی علامت ہے؛ یہی وجہ ہے کہ فضلاءِ دیوبند سے رشتہ تلمذ کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے، ان کی رائے کووقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کے قول وفعل سے راہنمائی لی جاتی ہے، ان سے نسبت جوڑنے کے راستے تلاش کئے جاتے ہیں، آج بھی عرب وعجم میں جہاں جہاں لوگ اسلامی علوم وفنون سے وابستگی رکھتے ہیں، اوراس کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں، وہ کسی نہ کسی طرح اپنی علمی نسبت فضلاءِ دیوبند واکابرِ دیوبند کی طرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں، متحدہ ہندوستان سے جولوگ حجازِ مقدس یا دوسرے بلادِ عربیہ کا سفر اختیار کرتے ہیں، علم کے سچے طالب بڑے شوق ورغبت سے ان کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے امنڈ آتے ہیں اوران سے اجازتِ حدیث وعلوم حاصل کر کے یوں فرحاں وشاداں ہونے لگتے ہیں، جیسے برسوں کی متاعِ گم گشتہ اُن کے ہاتھ لگی ہے۔

حاسدوں ، دشمنوں نے طرح طرح کی ترکیبیں کیں، سازشوں کے جال بُنے، لوگوں کو بدگمان کرنے کی ہزار تدبیریں کیں، بڑوں نے ''مجہول التعریف'' بغاوت ، دہشت گردی کا واویلا کیا، چھوٹوں نے ''حسام'' اور ''الدیوبندیہ'' کا راگ آلاپا، کسی نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ عشق ومحبت کاٹنے کی ناکام کوشش کی، تو کسی نے ختمِ نبوت پر کامل یقین کی سزادینا چاہا، کسی کو اہلِ بیت نبوت سے دور کرنے کی سوجھی، تو کسی کو حدیثِ نبوی سے الگ کرنے کی ترکیب مفید نظر آئی، کسی نے لوہے کی سلاخیں دکھا کر دھمکایا، تو کسی نے زروزن کی ہتھکڑیاں ڈالنے کی کوشش کی، کوئی ان کو ترقیءمعکوس کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا رہا، تو کوئی حریتِ بدفکری وبدعملی کا مخالف ہونے پر نشانہ بنائے رہا، کوئی تقلید کا طعنہ دیتا رہا، تو کوئی غیرت وحمیتِ دینی کو فلسفہ عدمِ برداشت باور کراتا رہا، کفرونفاق کی فوجوں نے، ان کے زرخرید غلاموں، چند ٹکوں میں بکنے والے سیاستدانوں اوراے بی سی کی چادر اوڑھے ہوئے پل بھر میں بدلنے والے دانشوروں سب نے اپنا اپنا حصہ ڈالا، زور آزمائی کی، اور برابر کرتے رہے؛ مگر اللہ تعالی کی تدبیر سب پر غالب رہی، اس نے شیطانوں کے تمام تر منصوبے، پروگرام خاک میں ملادئے۔ سچ ہے ؎ جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے

ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام اہم دینی اداروں اور مؤثر شخصیات کا ''علمی اورروحانی نسب نامہ'' دیوبند کی اسی عظیم درس گاہ سے جاملتا ہے، علمیت ورروحانیت کے لبالب چشموں کے سوتے اسی خاکِ دیوبند میں ہیں، جہاں علم وعمل کے دریا بہتے ہیں، جس کے باغ وبہار کی مہک اقصائے عالم کو پہنچی ہے، جس کے بلند قامت درخت

آسمانِ بلندی کو چھوتے ہیں، آفتاب ختم نبوت کی ضیا پاشیوں سے جس کی آبیاری کی جاتی رہی ہے۔

آج ہم اس عظیم مرکز کی ڈیڑھ سوسالہ تاریخ کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے یہ جرأت کر سکے ہیں؛ مگر یہ ظاہر بین نگاہوں کی باتیں ہیں، ۱۵، محرم الحرام ۱۲۸۳ھ، مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء، پنجشنبہ کے روز نہایت بے سروسامانی کے عالم میں چھتے کی قدیم مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے درخت کے سایہ میں جس ادارہ کی کردار و عمل سے بنیاد رکھی جارہی تھی، اور ایک استاد، ایک شاگرد سے جس کاخ فقیری کی عمارت بلند کی جارہی تھی، ابھی اس کو تیرہ سال ہی گزرے تھے، کہ اس کی عظیم برکات، فیوضات کا سلسلہ اتنا عام ہوا، کہ یکم صفر ۱۲۹۶ھ کو ایک مرد بینا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالی نے۔ جو اس کے بانی ارکان میں شامل تھے۔ جلسۂ انعام کے موقع پر ارشاد فرمایا:

”خداوند کریم کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے، کہ تیرھواں سال اس مدرسہ کا جس کو دارالعلوم کہنا بجا ہے، بخیر وخوبی پورا ہوا، اس تھوڑے سے عرصے میں اسلام اور اہل اسلام کو بے شمار نفع پہنچا، بے اختیار اس کے حق میں یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

”تم سلامت رہو ، ہزار برس اور ہر برس کے ہوں دن ، پچاس ہزار“

(روداد ۱۲۹۵ھ ص:۱۶، و ۱۲۹۶ھ ص:۱۱، بحوالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند، از سید محبوب رضوی، ص:۱۸۸، طبع اول)

اللہ تعالی کی طرف توجہ، تواضع وانکساری اور دور بین نگاہی کی حامل مردِ بینا کی یہ بات کس قدر واقعہ وحقیقت کے مطابق ہے، ہم جیسے ظاہر بینوں کو بھی روز روشن کی طرح نظر آرہی ہے۔

وطن عزیز میں موجود قدیم فضلاءِ دیوبند: نبوی علوم کے وارث، قدیم فضلاء دیوبند کی تعداد اب بہت کم ہوتی جارہی ہے، ماضی قریب میں بھی نہایت اہم شخصیات، قدیم فضلاءِ دیوبند ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، رفتہ رفتہ ان کے وجودِ مسعود سے سرزمین خالی ہوتی جارہی ہے، تاہم اب بھی روشنی کے چند مینار ایستادہ ہیں، جن کی نورانی شعاعوں۔ سے مسافرانِ منزل ظلمتوں میں راہ پاتے ہیں، جن کے دم قدم سے علم وعمل اور خیر و برکت کی مجلسوں کی رونقیں بحال ہیں، ”حریتِ بدفکری“ اور ”حریتِ بدعملی“ کے لئے ”پرکشش نام ولیبل“ استعمال کرنے والوں کو مسلسل ناکامی کا سامنا ہے، فتنوں، آزمائشوں کے گھٹاٹوپ اندھیریوں میں ”حق وثبات“ کے دیئے روشن کئے ہوئے ہیں، یاس وناامیدی کی گھڑیوں میں امید کی آخری کرن ہیں، تمام علوم وفنون ، بالخصوص حدیث وعلوم حدیث میں سلف صالحین سے نسبتیں جوڑنے کا واسطہ و وسیلہ ہیں، اجازت کے مبارک، متوارث سلسلے کے حصول کے لئے مرجع ہیں، اور بے شمار خوبیوں کے ساتھ قوم، ملک وملت کے لئے ان کا وجود اللہ تعالی کی طرف سے عطیہ، انعام اور برکت کا سبب ہے۔

ان میں سے چند حضرات تو وہ ہیں، جن کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے، ایک بڑی دنیا ان سے وابستہ ہے، ان کے افادات وفیوضات کا مبارک سلسلہ برابر جاری ہے، اور کچھ نام ایسے بھی ہیں، جو اپنی قدامت، عمر اور طبقہ کے اونچا ہونے

کے باوصف شہرت وناموری سے دور ہیں، میڈیا کے زیر اثر ماحول میں رہتے ہوئے بھی گوشہ گمنامی میں رہتے ہیں، خال خال ہی ان کا ذکر ہوتا ہے، اور کسی کسی کا ان کی مجلس سے گزر ہوتا ہے، ان سے فیض پانے والوں کا کوئی تانتا نہیں بندھا ہوتا، اس میں ان کی طبیعت کی نزاکت، صحت وضعف کے اثرات، سہولیات کا فقدان اور شہرت کے رسمی مقامات سے ازخود یا بجبوری وابتلاء دوری جیسے امور کو بھی دخل ہوتا ہے؛ مگر ان سب سے بڑھ کر ہم جیسوں کی نااہلی اور ناقدری بھی ایک معلوم سبب ہے، جس کی وجہ سے محرومی ہوتی ہے۔

روشنی کے ایستادہ مینار: وطن عزیز میں قدیم بزم دیوبند وسہارنپور کی جو شمعیں اس وقت جلی ہوئی ہیں، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

(۱)...... شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب لوہاروی دامت برکاتہم، صدر وفاق المدارس العربیہ، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ (۲)...... حضرت مولانا محمد عبدالحلیم صاحب چشتی دامت برکاتہم، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ (۳)...... حضرت مولانا محمد احمد صاحب انصاری دامت برکاتہم، پیپلز کالونی، بہاولپور۔ (۴)...... حضرت مولانا محمد جمشید علی صاحب دامت برکاتہم، مدرسہ عربیہ، رائے ونڈ۔ (۵)...... حضرت مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم، جہانگیرہ، ضلع صوابی۔ (۶)...... حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب اشرفی دامت برکاتہم، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔ (۷)...... حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان۔ (۸)...... حضرت مولانا خالد محمود صاحب دامت برکاتہم، اسلام آباد (مانچسٹر)۔ (۹)...... حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم، محمدی شریف، ضلع جھنگ۔ (۱۰)...... حضرت مولانا عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم، کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔ (۱۱)...... حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم، مدرسہ عربیہ، رائے ونڈ۔ (۱۲)...... حضرت مولانا احمد اقبال صاحب دامت برکاتہم، جامشورو، حیدرآباد۔ (۱۳)...... حضرت مولانا مجاہد خان صاحب دامت برکاتہم، نوشہرہ کلاں، ضلع نوشہرہ۔ (۱۴)...... حضرت مولانا اللہ بخش صاحب دامت برکاتہم، کوٹ قیصرانی، تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازیخان۔ (۱۵)...... حضرت مولانا حاجی غلام حیدر صاحب دامت برکاتہم، چھوٹا لاہور، ضلع صوابی۔ (۱۶)...... حضرت مولانا حمداللہ جان صاحب دامت برکاتہم، ڈاگی، ضلع صوابی۔ (۱۷)...... حضرت مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم، چھوٹا لاہور، ضلع صوابی۔ (۱۸)...... حضرت مولانا قاری آصف صاحب قاسمی دامت برکاتہم، جامع مسجد فاروق اعظم، ناظم آباد، کراچی (کینیڈا)۔ (۱۹)...... حضرت مولانا غریب اللہ صاحب دامت برکاتہم، مانکی، جہانگیرہ، ضلع صوابی۔ (۲۰)...... حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم، پراچہ ٹاؤن، کوہاٹ۔ (۲۱)...... حضرت مولانا حضرت علی صاحب دامت برکاتہم، سوکڑی کریم خان، بنوں، خیبر پختونخوا۔ (۲۲)...... حضرت مولانا مطلع الانوار صاحب دامت برکاتہم، شیر پاؤ، پشاور۔ (۲۳)...... حضرت مولانا مفتی محمد اشرف صاحب

چانڈیو دامت برکاتہم ،ٹھٹھ، سندھ۔(۲۴)...... حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم، کشروٹ، گلگت۔ (۲۵)...... حضرت مولانا حکیم عبدالرشید خان صاحب لوہاروی دامت برکاتہم، نیو کراچی، کراچی (۲۶)...... حضرت مولانا عبدلغفور صاحب دامت برکاتہم، جبر ضلع دیر بالا، خیبر پختون خواہ۔

ان حضرات کے تفصیلی حالات جمع ہونے تک یہ موضوع تشنہ تکمیل ہے، ضرورت ہے کہ ان عظیم شخصیات سے استفادہ کیا جائے، ان کے اعذار، مصروفیات کا پورا پورا خیال کر کے ان کی خدمت میں بصد ادب واحترام حاضری دی جائے اور ان کی چاہت، طبیعت کے مطابق خدمت کر کے دعائیں لی جائیں۔

بزرگانِ دیوبند کا فہم وبصیرت: یہ حضرات ہمارے نجی، اجتماعی، تعلیمی، تربیتی، ملکی، بین الاقوامی مسائل، مشکلات اور نئے چیلنجز کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں، ان کی باتوں میں، ان کے طرز وانداز میں سادگی، بے تکلفی و بے ساختگی کا فرق نمایاں ہوگا، یہ اونچے لوگوں کی شان ہوا کرتی ہے، اصحابِ بصیرت جانتے ہوتے ہیں کہ ان کی سادہ گفتگو، تجاویز اور مشوروں میں کیا کیا برکتیں، حقائق پوشیدہ ہیں، جس کو ظاہر بین نگاہیں نہیں پاسکتیں۔

برکت کے ان سرچشموں سے فیض پانا، ان کی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنا، ان کی تجاویز کو تائید غیبی کا حصہ سمجھنا، ان کے وجود کو برکت ورحمت کا باعث گردانناامت مسلمہ کی تعلیم وتربیت کا لازمی حصہ ہے، جس پر طبقہ در طبقہ عمل ہوتا چلا آیا ہے، اور اسی کی وجہ سے ہمیشہ امت گرداب سے نکلی ہے، مصیبتوں اور آزمائشوں میں گر کر بھی اپنی جداگانہ ساخت، شان وشوکت اور آن بان کو کھوئی ہوئی نہیں۔

بزرگانِ دیوبند سے ادنیٰ نسبت رکھنے والا بھی علو اسناد، بڑے مشائخ سے نسبت اور اس کے نتیجہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کی عظیم سعادت کو نظر انداز نہیں کر سکتا، اس قرب کے حصول کی طلب میں بھی دوسروں کی عظمتِ شان اور علوِ درجات کا اقرار پوشیدہ ہے، جو حقیقی رفعتِ شان رکھنے والے متواضع لوگوں کی خصلت ہے، نسبتوں کا احترام، اُس کی قدر بجائے خود ایک بڑی سعادت اور ہمیشہ خوش نصیب لوگوں کا شیوہ رہا ہے۔

مغرب زدہ یا خود پسندی کے شکار لوگ اس کو ''قدامت پسندی''، اور ''شخصیت پرستی'' سے تعبیر کرتے ہیں، وہ ان زمانہ ساز لوگوں کو راہ کی سب سی بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے خود ان کو ترقی نہیں ملتی، لوگ ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتے، ان کی دانشوری سے استفادہ کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔

وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو ان کی ملمع سازیوں اور خود پسندیوں کے لئے میدان خالی مہیا ہو، پھر جس طرح چاہیں، مذہب کی ترویج، ضرورتِ زمانہ، تعمیر و ترقی، درپیش چینلجز، اتحاد امت، وقت کی پکار، پالیسی، مفاہمت، عالمی برادری، حالات کی نزاکت، انسان دوستی، خدمتِ خلق، سرکاری مراعات، عہدوں کی تلاش، مفادات، وسیع تر تناظر اور بیسیوں نام وعنوانوں سے لوگوں کا شکار کر سکیں، مسلک ومذہب کا تیاپانچہ کر سکیں، تصلب وپختگی کی مسلکی شناخت کا سودا

کر کے مغرب سے داد و دہش پاسکیں، اور دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنے تئیں ترجمانِ اسلام، سفیرِ اسلام، خادمِ دین، لیڈر، ممتاز مذہبی اسکالر، محقق، دانشور، خادم قوم وملت، رہبر و راہنما اور امت کے پشتی بان بن سکیں!

بدیہی بات ہے، جب بڑی شخصیات، ان کی علمیت و روحانیت نگاہ میں نہیں ہوتی، تو بے وقت مشیخت وفضیلت کے خواب دیکھے جاتے ہیں، جس کا اثر یہ ہے کہ ہم جیسے کمزور لوگوں کو دیکھ کر اب معمولی منشی درجہ کے لوگ بھی اسلامی جماعتیں بناتے ہیں، تحریکوں، انجمنوں کے سربراہ بنتے ہیں، درسِ قرآن، درسِ حدیث کی اپنے تئیں مجلسیں سجاتے ہیں، مختلف فیہ مسائل میں رائے دیتے ہیں، عربی بول چال سیکھنے سکھانے والے مفسر قرآن، اردو تراجم پر گزارہ کرنے والے محدث، ڈاکٹر اور فقہ سے نابلد مذہب خامس کا نام وعنوان استعمال کرتے نظر آتے ہیں؛ بلکہ منجھے ہوئے اہل علم وفن، مسلمہ ارباب تقوی وبصیرت کو بھی اپنی راہ چلنے کے مشورے دیتے ہیں، ان کی شکایتیں کرتے ہیں۔

شخصیات وتاریخ دیوبند پر مزید کام کرنے کی ضرورت: قدیم فضلاء دیوبند کی یہ فہرست ابھی ناتمام ہے، جو حضرات اس حوالے سے مزید شخصیات کے بارے میں جانتے ہیں، یا کسی نام کے بارے میں اشکال رکھتے ہیں، کسی کے تفصیلی حالات معلوم ہیں، وہ اس سلسلہ کی تکمیل کر سکتے ہیں، اس میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں، جس سے طالبانِ علم، مؤرخین اور سوانح نگار سب کو فائدہ ہوگا۔

ہر شخصیت کے حوالے سے دوسری تفصیلات جاننے سے پہلے یہ چند بنیادی سوانحی معلومات فراہم ہونا ضروری ہے.

(۱)......صحیح نام ونسب، عرف: (۲)......سن ولادت، مہینہ (ہجری، عیسوی) (۳)......وطن، ابتدائی تعلیم وتربیت:

(۴)......دار العلوم دیوبند یا مظاہرِ علوم سے وابستگی، تاریخ (ہجری، عیسوی): (۵)......مدت تعلیم اور سن فراغت، (ہجری، عیسوی): (۶)......اساتذہ ومشائخ بالخصوص دار العلوم دیوبند یا مظاہرِ علوم کے زمانہ تعلیم میں: (۷)...... بعد از فراغت اہم مصروفیات، مشاغل: (۸)......جائے سکونت، طریقہ کار افادہ واستفادہ:

استاد محترم حضرت اقدس مولانا چشتی صاحب دامت برکاتہم (فاضل دیوبند) کی رائے ہے کہ دار العلوم دیوبند کی تاریخ، طبقاتِ رجال، انواعِ خدمات، اثرات اور عظیم کارناموں کے حوالے سے سندی اور فنی کام کرنے کی ضرورت ابھی پوری نہیں ہوئی ہے، اس حوالے سے کئی طرح کے خطے اور خاکے تیار کئے جاسکتے ہیں، جو فنی، تاریخی ضرورتوں کے پیش نظر اہم عنوانات پر مشتمل ہوں، اس کی رعایت رکھتے ہوئے صاحب ذوق، معاصر علمی اسلوب اور تحقیقی کاموں سے عملی واقفیت رکھنے والے ارباب قلم بہتر شکل میں کام کر سکتے ہیں، جو حضرات موجود ہیں، ان کی معلومات کو تحریری شکل میں محفوظ کیا جائے، اور جو تحریریں افراد، اداروں کے پاس جہاں جہاں، جس جس شکل میں موجود ہیں، ان کو سامنے رکھا جائے، پھر اس میں عقیدت واحترام کے اظہار سے پہلے فنی اور سوانحی ضروریات، تاریخی حوالوں پر نگاہ مرکوز کی جائے، جس طرح اسماء الرجال اور طبقات کی کتابوں میں ہوتا رہا ہے۔

اس عظیم کام کے لئے پہلے مصادر اور مراجع کی تعیین کرنی ہوگی، اور ہر مصدر و مرجع کی فنی ،تاریخی حیثیت پر گفتگو ہوگی، اسی طرح یہ مصادر و مراجع ، جو تحریرات اور شخصیات کی صورت میں موجود ہیں، ان کے اماکن، دستیابی کی یقینی اور ممکنہ جگہوں ،شخصیات کے نام و پتے ،طریقہ استفادہ وغیرہ کو بتایا جائے گا،متعلقہ افراد کو وسعت ظرفی اور عالی ہمتی کا مظاہرہ کرنا ہوگا،تبادلہ معلومات کی نئی نئی شکلوں کو اختیار کرنا ہوگا، جس کے نتیجہ میں دیو بند کا وہ تذکرہ، تاریخ مرتب ہو سکے گی، جس کی سندی، فنی اہمیت ہوگی، یہ خطے اور خاکے، مصادر و مراجع کا تعارف ،طبقاتی تاریخ ،معلوماتی فہرستیں اور تذکرے عربی، اردو، اور انگریزی زبانوں میں تیار کرنے کی چیزیں ہیں، اس کی ضرورت سب کو ہے اور ہر جگہ ہے۔

دوہم عصروں کی ایک صدی: تاریخ حیرتوں اور عجائبات کا سمندر اپنے اندر رکھتی ہے، معاصر عظیم شخصیاتِ دار العلوم دیو بند میں ایک ایسی جوڑی بھی ہے، جس کی رفاقت و ہمعصری ایک صدی پر محیط ہے، جو نہ صرف ایک ہی سال دار العلوم دیو بند میں داخل ہوئے ،ایک ہی درس گاہ میں برابر پڑھتے رہے، آپس میں خوب دوستی ،تعلق رہا، ایک ہی سال ان کی فراغت ہوئی ؛ بلکہ ان کی پیدائش کا سال بھی ایک ہی ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر دونوں ساتھیوں کو ایک صدی پر محیط طویل عمر بھی نصیب ہوئی ، یہ جوڑی دار العلوم دیو بند اور اکابر دار العلوم دیو بند کے حالات ، واقعات ، روز و شب ،نشیب و فراز کی شاہد اور چلتی پھرتی تاریخ ہے۔

ان دونوں میں سے ایک سے تو دنیا واقف ہے، ان کے جاننے والے بہت ہیں، لوگ ان کو حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب رحمہ اللہ تعالی کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں، جو دار العلوم دیو بند کے اہتمام کے منصب جلیل پر فائز تھے، اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ تعالی کے بعد ''امیر الہند'' قرار دئے گئے تھے، ابھی حال ہی میں ان کا یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ، مطابق ۸، دسمبر ۲۰۱۰ء، بدھ کے روز اپنے وطن بجنور میں انتقال ہوا، جمعرات کی شب دار العلوم میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور قبرستان قاسمی میں اکابر دیو بند کے پاس آسودہ خاک ہوئے۔

دوسرا جواب اکیلے رہ گیا ہے، ان کے جاننے والے بھی بہت تھے، ان کے قدر دان بھی بڑے لوگ تھے، مگر ان سے واقف لوگ اب کم ہی رہ گئے ہیں، کبھی تو ان پر شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالی کی شفقتیں ہوتی تھیں، حضرت کشمیری کی زیارتیں، حضرت محدث دیو بندی، حضرت حکیم الامت علامہ تھانوی ، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ، حضرت شیخ الأدب صاحب ، حضرت بلیاوی صاحب ، حضرت قاری صاحب ، حضرت ابو المحاسن سجاد صاحب ، آزاد صاحب ، حضرت میرٹھی صاحب ، حضرت عثمانی صاحب ، حضرت لاہوری اور اس عہد کے دوسرے بزرگوں کی صحبتیں مجلسیں اور عنایتیں ہوا کرتی تھیں، اور حضرت سیوہاروی ، حضرت مولانا محمد میاں صاحب ، حضرت شیخ الحدیث صاحب ، حضرت بدر عالم صاحب میرٹھی ، حضرت عبد الحق انفع صاحب ، حضرت عبد الحق نافع صاحب ، حضرت بنوری صاحب ، حضرت پھولپوری صاحب (رحمہم اللہ جمیعا) کی رفاقتیں ہوتی تھیں، اس دور کے دوسرے بزرگوں ، مشائخ کی نیاز و محبت پانے کی شکلیں

ہوتی تھیں، مگر گئے وقتوں کے ساتھ ان کی باتیں بھی جاتی رہیں، صرف یادیں باقی رہ گئیں۔

تاہم اب بھی حضرت اقدس مولانا چشتی صاحب دامت برکاتہم، حضرت اقدس صدر وفاق دامت برکاتہم اور ان کے متعلقین اپنے بزرگوں کی نسبتوں کے احترام میں ان کے پرسان حال رہتے ہیں، زیارت وملاقات کرتے ہیں یہ ان کا ظرف ہے اور اپنے بزرگوں کی نسبتوں کے احترام اور قدردانی کی عملی تعلیم جو وہ اپنے متعلقین کو دینا چاہ رہے ہیں۔

ایک شمع فروزاں: ''تاریخ دار العلوم دیوبند'' میں مہتمم دار العلوم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس شاگرد کا ''اسماء گرامی حضرات مدرسین درجۂ فارسی'' کی فہرست میں اٹھارویں نمبر پر یوں ذکر کیا ہے، ''مولانا اصلح الحسینی مدظلہ، گلاؤٹھی، ابتدائی سن ۱۳۶۲ھ تا آخری سن ۱۳۶۷ھ''. (تاریخ دار العلوم دیوبند، از حضرت حکیم الاسلام، مہتمم دار العلوم، ص: ۱۱۶، طبع: دار الاشاعت، کراچی، ستمبر ۱۹۷۲ء) اس فہرست میں حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا خلیفہ منشی عاقل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی بھی موجود ہیں، حضرت والا اس وقت بھی الحمد للہ اپنی نقاہت وعلالت، پیرانی سالی کے باوصف ہمارے درمیان موجود ہیں، موصوف کی ولادت حضرت اقدس مولانا سید محمد صالح صاحب مرحوم کے گھر ضلع بلند شہر کے قصبہ گلاؤٹھی میں بروز جمعرات، ۲۶/محرم الحرام ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۵/ دسمبر ۱۹۱۳ء کو ہوئی، والد صاحب حضرت اقدس گنگوہی سے بیعت تھے، حضرت کے دادا حضرت مولانا صوفی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گلاؤٹھی میں حضرت سالار مسعود غازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جامع مسجد میں واقع اس مدرسہ منبع العلوم کے بانیوں میں شامل تھے، جہاں ان کے بقول حجۃ الاسلام علامہ نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ دہلی سے تکمیل کے بعد تدریس سے وابستہ ہوئے تھے، حضرت اقدس مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے، شاید اسی وجہ سے موصوف کا ان سے تعلق خاطر تھا، گلاؤٹھی کا علاقہ تحریک آزادی کے مجاہدین کا تھا، جس کی وجہ سے حضرت نانوتوی کو ان سے خاص تعلق تھا، محل وقوع کے اعتبار سے بھی شاملی، میرٹھ وغیرہا جہاد ومجاہدین کے دوسرے مراکز قریب ہی واقع تھے۔

خود فرماتے ہیں: [غالباً] تیرہ سال کی عمر تھی، فارسی پڑھ رہا تھا، شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ گلاؤٹھی تشریف لائے تھے، موصوف کے والد حضرت کے پیر بھائی اور عمر میں ان سے چار سال چھوٹے تھے، دونوں ایک ہی سال قطب عالم حضرت گنگوہی سے بیعت ہوئے تھے، حضرت مدنی نے از راہ شفقت، وخوش طبعی درجہ فارسی کی مناسبت سے کچھ سوالات بھی کیے تھے، جس کو کبھی کبھی بڑی محبت سے سناتے ہیں۔ یہ پہلی زیارت وملاقات تھی، جس کے بعد عمر بھر کے تعلق اور نسبتوں کی سبیل پیدا ہوئی، تقریباً ۱۹۲۷ء کے لگ بھگ دار العلوم دیوبند آئے، حضرت علامہ کشمیری صاحب ڈابھیل چلے گئے، تو ۱۹۳۱-۱۹۳۲ء میں حضرت مدنی، حضرت میاں اصغر حسین صاحب، حضرت بلیاوی صاحب، حضرت شیخ الادب صاحب، حضرت قاری صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم اکابرین سے دورہ حدیث پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حالات وواقعات: دورہ حدیث میں حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مہاجر مدنی بن حضرت لاہوری، حضرت مولانا ایوب جان صاحب بنوری، حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی، حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب، رحمہم اللہ تعالی اور حضرت اقدس مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم [غالباً] ان کے ہم درس رہے، جو بجائے خود عظیم شخصیات ہیں، ان کی اپنی ایک تاریخ ہے، کیا عجیب پر نور ماحول ہوتا ہوگا، جب اس طرح کی عظیم شخصیات شاگردوں کی نشستوں پر بیٹھے زانوئے تلمذ طے کرتی ہوں گی، تو مسند درس پر بیٹھنے والے اساتذہ کا مقام کیا ہوگا! ہے کوئی درس گاہ روئے زمین پر جو پچھلے ڈیڑھ سو سال میں اس طرح کی تابناک تاریخ رکھتی ہو؟

حضرت مولانا سید محمد اصلح الحسینی صاحب دامت برکاتہم بائیس برس کی عمر میں نواب حمید اللہ خان کے زمانہ میں ریاست بھوپال میں شرعی عدالت علیا کی مجلس علماء کے لئے منتخب ہوئے تھے، اس عالی منصب کے لئے مطلقاً انتخاب بھی بڑے فخر کی بات ہوا کرتی تھی، بڑے بڑے اہل علم ہی اس منصب کے لئے اہل قرار دئے جاتے تھے؛ چہ جائکہ بائیس سال کی عمر میں اس کے لئے منتخب ہو جانا! ؛ مگر بدخواہوں کی بات چل گئی، تو اس پر رنجیدہ خاطر ہوئے، حضرت شیخ الاسلام کو خبر دی ،حضرت شیخ الاسلام نے جواب میں جو خط لکھا، اس میں جس شفقت آمیز لہجہ میں ان کو صبر کی تلقین کی، وہ خط ان کی زندگی کا قیمتی متاع ہے، اس میں "عزیزم" کا محبت بھرا خطاب بھی ہے، جو ان کے بقول بہت کم کسی کے نصیب میں ہے۔

موصوف دار العلوم دیو بند میں ۱۳۶۲ھ سے لے کر ۱۳۶۷ھ تک درجہ فارسی کے مدرس رہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالی بھی اسی عرصہ میں مدرس عربی مقرر ہوئے تھے، جن کے پاس دورہ حدیث تک کے اسباق تھے، فہرستِ مذکور کی کئی نامور شخصیات بھی ان کے تلامذہ میں شامل ہیں، "مدرس درجہ فارسی" اور "مدرس عربی" دار العلوم کی اپنی خاص اصطلاحات ہیں، درجہ فارسی میں مثنوی، سکندر نامہ وغیرہ پڑھاتے رہے، کئی شخصیات ان کے شاگردوں کی فہرست میں آتی ہیں۔

دار العلوم دیو بند اور حضرت شیخ الاسلام سے جو تعلقِ خاطر تھا، اس قربت کے پیش نظر کبھی جدائی کا خیال نہیں آسکتا، حضرت کی خدمت میں رہتے ،حضرت ہی نے شادی کرائی ،تقریب میں شریک رہے؛ بلکہ اخراجات تک کا بندوبست کیا، لیکن بعض اضطراری حالات کی بنا پر اس جدائی کو برداشت کرنا پڑا، تقسیم ہند کے بعد پہلے اپنے چھوٹے بھائی مفتی اکمل صاحب رحمہ اللہ تعالی کو ساتھ لے کر ہمشیرہ صاحبہ کو پاکستان چھوڑنے آئے ، اس کے بعد واپس چلے گئے، پھر ان کی بیماری کی خبر آئی، چونکہ بچپن میں والدہ محترمہ کا انتقال ہوا تھا، ہمشیرہ سے تعلق ماں جیسا تھا؛ اس لئے ان کے پاس آگئے، اس وقت تک بغیر پرمٹ آمد و رفت ہوا کرتی تھی، دوبارہ پاکستان آنے کے بعد پرمٹ کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب "انفع" رحمہ اللہ تعالی کی طرح موصوف کے لئے بھی دوبارہ بآسانی جانے کے راستے تقریباً مسدود ہو گئے ؛ اس کی وجہ سے چار و ناچار دیو بند اور حضرت شیخ الاسلام کی حسرتیں دل ہی دل میں رکھ

کر یہیں کے ہو رہے، ان دنوں نقل مکانی کے دوران دونوں طرف نہایت خون خرابہ ہوا تھا، حضرت سے خاص تعلق خاطر ،ان کی شفقت الگ سے تھی، اپنی خاص مجلسوں میں نہایت درد بھرے لہجے میں ان کے لئے دعا کی۔

نقل مکانی کے بعد ذوق ومزاج کے برخلاف نئے ماحول کی زندگی میں کئی نشیب وفراز آئے ،اپنوں اور پرایوں کو دیکھا پرکھا، شغل ومصروفیت کے کئی سلسلوں سے وابستگی کا خیال باندھا ، دار التصنیف حب ریور روڈ سے منسلک رہے، حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ تعالی نے بینات میں کام کرنے کا کہا، بعض جگہ درس حدیث کی بھی بات چلی؛ مگر بوجوہ ایسا نہ ہوسکا، علمی مصروفیت کا کوئی ایک جلی عنوان قائم نہ ہوسکا، ویسے بھی ہم لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ استفادہ کے لئے تو مسندوں کو تلاش کرتے ہیں، مگر مسندوں کے لئے شخصیات کو ڈھونڈ نکالنا ،گویا کسی ابھری ہوئی شخصیت سے اغماض برتنا خیال کرتے ہیں ،خود دار العلوم دیوبند میں چوٹی کے اساتذہ حضرت کشمیری ،حضرت مدنی ،حضرت مہدی حسن صاحب وغیرہم کا انتخاب رسمی تکمیل کے کئی سال بعد ہوا تھا، اور اصحابِ مسند مشائخ نے ہی بلا کر کیا تھا۔

صحافت حضرت کا خاص موضوع رہا ہے، کلکتہ میں مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب کی سر پرستی میں ''البلاغ'' میں کام کرتے رہے، ان کی غیرت ایمانی اور جذبہ جہاد کا ذکر فرماتے ہیں، مولانا آزاد صاحب سے صحبتیں رہیں ، ان کا انٹر ویو لیا تھا، الجمعیۃ دہلی میں بھی لکھتے رہے، جمعیت علماء ہند سے تعلق تھا تحریک آزادی میں حصہ لیا، جیل بھی جانا پڑا، لیگ وکانگریس کے داخلی معاملات سے بھی خوب واقفیت رہی ، بایں ہمہ حضرت تھانوی، حضرت سلیمان ندوی، حضرت شیخ الاسلام عثمانی، وغیرہم حضرات کی صحبتوں سے بھی فیضیاب ہوئے ،دوسری طرف کی بزرگوں میں تو گویا وہ جی رہے تھے، اور انہی کا ذوق ومزاج پایا۔

حضرت شیخ الاسلام کے سیاسی مسلک کے حوالے سے ان کی معلومات اس وقت سند کا درجہ رکھتی ہیں، وہ ایک مکمل ڈائری ہیں، سفر وحضر کے اتنے قریب سے دیکھے، سنے ہوئے واقعات ،حالات کے بارے میں بالخصوص حضرت شیخ الاسلام اور جمعیت علماء ہند کے دیگر اکابر واصاغر کے ذوق ومزاج ،طرز وطریقہ کار کو سمجھنے والے کم از کم پاکستان میں باستثناء حضرت مولانا مجاہد خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ شاید اب کوئی نہ ہو۔ ماضی میں دار العلوم دیوبند بالخصوص شیخ الاسلام اور جمعیت علماء ہند کے دوسرے اکابر کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، یا حال میں ڈائریاں مرتب ہوئی ہیں، اس کے بارے میں اِن ''قدماء'' کے مختصر جملے، محتاط آراء نہایت بالغ نظری کا نمونہ ہوتی ہیں، جن میں اختصار واجمال کے باوجود تاریخی جرح وتعدیل کا مزاج رکھنے والے محققین کے لئے نہایت اہمیت کے حامل اشارے ہوا کرتے ہیں، کئی باتوں کی کڑیاں مل جاتی ہیں، لکھنے والوں کی قد کاٹھ کا اندازہ ہو جاتا ہے اور واقعات وحالات کے نئے نئے گوشے سامنے آجاتے ہیں۔

امیر الہند حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب بن حضرت مولانا حکیم مشیت اللہ صاحب رحمہما اللہ تعالی

بجنوری، مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی بن حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہما اللہ تعالیٰ، امیر شریعت بہار اور حضرت مولانا محمد اصلح صاحب الحسینی دامت برکاتہم تینوں حضرات کا سن ولادت (۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء) ایک ہونے کے علاوہ فراغت کی تاریخ (۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۲ء) بھی ایک ہے، چند مہینوں کے فرق کے ساتھ مؤخر الذکر بڑے بھی ہیں اور طویل العمر بھی، ان بزرگوں میں خوب محبت، تعلق کا رشتہ قائم رہا، خود فرماتے ہیں: مولانا مرغوب الرحمان صاحب سے کبھی نوک جھونک ہوتی تو میں کہتا: میں تم سے عمر میں بڑا ہوں؛ کیونکہ میری پیدائش محرم میں ہوئی ہے، تمہاری بعد میں۔ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کا انتقال ۳، رمضان ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹، مارچ ۱۹۹۱ء کو ہوا، ان دو حضرات کی جوڑی باقی رہی، حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات یکم محرم الحرام، بدھ کے روز ہوئی، منگل کے روز ۷، دسمبر کو ان کے صاحبزادے مولانا انوار الرحمان صاحب سے فون پر بات ہوئی، موصوف اس وقت اپنے وطن بجنور میں والد گرامی قدر کی خدمت میں حاضر تھے، دونوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کی اور دعاؤں کے لئے ملتجی ہوئے، یہ گفتگو آخری ثابت ہوئی۔

حضرت والا گلشن اقبال، کراچی میں برخوردار محترم جناب سید طہ صاحب کے ساتھ رہائش پذیر ہیں، تفصیلی حالات ہنوز مرتب ہونا باقی ہے، حضرت مفتی مظہر اسعدی صاحب (بہاولپور) اور دیگر کئی حضرات کی ان سے ملاقاتیں ہیں، یہ سب معلومات جمع ہونے کے بعد تنقیح و ترتیب دے کر سوانحی خاکہ تیار ہو سکتا ہے، جس کے لئے قارئین سے معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ دعاؤں کی بھی درخواست ہے، کہ اس کی توفیق کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کرے کہ ہمیں ان بزرگوں کی برکات، علوم و معارف سے بیش از بیش مستفید ہونے کی توفیق عنایت ہو اور تا دیر ان حضرات کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے، اللہم آمین۔

☆......☆......☆

سر سید احمد خان نے 1877 کو علی گڑھ میں مسلم یونی ورسٹی کے نام سے کالج کی بنیاد رکھی، جس میں انگریزی تعلیم کو ترجیح دی گئی۔ سر سید احمد نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے کہا: ''ان روٹی کے ٹکڑوں پر گذارہ کرنے والوں نے پیٹ کی خاطر مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) کی بنیاد رکھی ہے''۔ جب اس کی اطلاع اکابرین دارالعلوم دیوبند کو ہوئی تو غالباً بانی دارالعلوم دیوبند نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی: ''یا اللہ! صحیح معنی میں جس کا تعلق دارالعلوم سے ہو، اسے کبھی بھوکا نہ رکھ''۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ دارالعلوم کا کوئی طالب علم یا فاضل کبھی بھوکا نہیں رہا۔

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا: ''جس کا تعلق مجھ سے ہوگا وہ چار بلاؤں سے محفوظ ہو جائے گا: (۱) بھوک اور خوراک کے سلسلے میں پریشانی نہیں ہوگی۔ (۲) تقدیر کے مسئلے میں اعتراض نہیں ہوگا۔ (۳) مشاجرات صحابہ کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہوگا۔ (۴) تقلید شخصی کے سلسلے میں اعتراض اور شک نہیں ہوگا''۔ (جریدہ عالم: ص ۴۶)